درس
شرح عقود رسم المفتی

از افادات

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم

مفتی اعظم پاکستان

ضبط و تحریر

مولانا محمد عبد البر صاحب

بی اے، ایل ایل بی

شریک تربیت قضائے اسلامی جامعہ دارالعلوم کراچی

ادارۃ المعارف کراچی

درس

شرح عقود رسم المفتی

از افادات

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

مفتی اعظم پاکستان

ضبط و تحریر

مولانا محمد عبدالبر صاحب

بی۔اے، ایل ایل بی

شریک "تربیت قضائے اسلامی" جامعہ دارالعلوم کراچی

ناشر

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
۱۱	تقریظ	۱
۱۳	علم رسم المفتی کی تعریف	۲
۱۳	حاشیہ شامیؒ کی اہمیت	۳
۱۴	علامہ شامیؒ کے سوانح وحالات	۴
۱۶	متن عقود رسم المفتی	۵
۲۲	قاعدہ نمبر ۱ (وجوب اتباع الراجح)	۶
۲۲	ف ۱: یہ قاعدہ مجمع علیہا ہے	۷
۲۲	ف ۲: طبقات فقہاء	۸
۲۳	۱- المجتهدين في الشرع	۹
۲۳	۲- المجتهدين في المذهب	۱۰
۲۴	صاحبینؒ کس طبقہ سے ہیں؟	۱۱
۲۴	۳- مجتهدين في المسائل	۱۲
۲۴	۴-اصحاب التخریج	۱۳
۲۴	۵-اصحاب الترجیح	۱۴
۲۵	۶-مقلدین الممیزین	۱۵
۲۵	۷- مقلدين غير القادرين على التمييز	۱۶
۲۵	ف ۳: وجوب التحقيق في الحكم والفتوى	۱۷
۲۶	ف ۴: حرمت تشہی واتباع الہوی	۱۸
۲۶	قاعدہ نمبر ۲، عدم جواز افتاء لغیر الفقیہ	۱۹

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
۲۶	قاعدہ نمبر ۳، فتوی کے لئے مہارت	۲۰
۲۶	قاعدہ نمبر ۴، فتوی کے لئے بصیرت	۲۱
۲۷	ف۵: غیر صاحب ملکہ کو افتاء سے روکنا اور سزا	۲۲
۲۷	ف۶: ان نو کتابوں کے فتوی کا مدار بنانا جائز نہیں	۲۳
۲۸	شعر نمبر ۱۰ او قاعدہ نمبر ۵	۲۴
۲۹	شعر نمبر ۱۱، ۱۲	۲۵
۲۹	ف۱: مسائل فقہیہ کے تین طبقات	۲۶
۲۹	(۱) الأولى مسائل الأصول	۲۷
۳۰	(۲) الثانية مسائل النوادر	۲۸
۳۰	(۳)الثالثة النوازل، الواقعات والفتاوى	۲۹
۳۰	ف۲: أول ما صنف في النوازل وما بعده	۳۰
۳۱	ف۳:المحيط والمحيّطات	۳۱
۳۱	ف۴: المحيط إذا أطلق	۳۲
۳۱	ف۵: المبسوط لمحمدؒ، وأشهر نسخها	۳۳
۳۰	ف۶:شرح المبسوط وحالها	۳۴
۳۱	ف۷:الاصول اور ظاہر الروایۃ مرادف ہیں	۳۵
۳۲	ف۸:المغرب، لغة الفقه، وحال مصنفه	۳۶
۳۳	شعر نمبر ۱۷تا۱۹	۳۷
۳۳	ف۱: أول كتب ظاهر الرواية المبسوط	۳۸

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
	"الأصل"	
۳۹	ف۲: الاصل اور الاصول کا مصداق	۳۳
۴۰	ف۳: کتب اصول میں ترتیب زمانی	۳۳
۴۱	ف۴: ما عرض من كتب محمدؒ على أبی یوسفؒ	۳۳
۴۲	ف۵: جس مسئلہ میں امام محمدؒ نے اختلاف نقل نہ کیا ہو۔	۳۴
۴۳	قاعدہ نمبر۶: الاعتماد على مؤخر الكتب	۳۴
۴۴	شعر نمبر۲۰ تا ۲۲	۳۵
۴۵	ف۱: كتاب الكافی الجامع للست	۳۵
۴۶	ف۲: شروح الكافی وأشهرها	۳۵
۴۷	ف۳: مبسوطات الحنفية وأشهرها	۳۵
۴۸	ف۴: لقب شمس الائمه، وإذا أطلق؟	۳۶
۴۹	قاعدہ نمبر۷: ترجيح المبسوط	۳۶
۵۰	شعر نمبر۲۳ تا ۲۵	۳۷
۵۱	ف۱: بيان وجوه اختلاف الأقوال من الإمام، وهی خمسة	۳۷
۵۲	ف۲: اصولیین کے اس خیال پر رد کہ امام سے دو قول نقل نہیں ہو سکتے	۳۸

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
۵۳	ف ۳: وجوہ خمسہ پر تبصرہ	۳۸
۵۴	ف ۴: اقول مختلفہ کی نسبت الی الامام میں تفصیل	۳۹
۵۵	حاصل المبحث	۳۹
۵۶	ف ۵: اصحاب الامام کی قسم اور اس کا اثر	۴۰
	ف ۶: إذا صح الحديث فهو مذهبی سے مراد	۴۰
۵۷	ف ۷: ضرورت یا عرف حادث کی بناء پر متفقہ	
۵۸	قول کا ترک خروج من المذہب نہیں ہوگا۔	۴۱
۵۹	خلاصہ بحث	۴۱
۶۰	تنبیہ: روایت عن ابی حنیفہؒ پر قول و مذہب کا اطلاق نہ ہوگا۔	۴۰
۶۱	شعر نمبر ۲۶ تا ۲۹	۴۳
۶۲	قاعدہ نمبر ۸: حنفیہ کے متفق علیہ قول کے خلاف عمل، فتوی اور قضاء ناجائز ہوگا۔	۴۳
۶۳	قاعدہ نمبر ۹: مسئلہ مختلف فیہا عندنا میں اہل ترجیح کی ترجیح صرف آخری ہوگی، نیز عدم ترجیح کی صورت کا حل	۴۳
۶۴	ف ۱: اختیار کی صورت عند البعض	۴۴
۶۵	شعر نمبر ۳۰ تا ۳۳	۴۵
۶۶	ف ۱: قول فقہاء لا یحل لأحد الخ کا مفہوم	۴۵

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
۴۵	ف ۲: ابن ہمام اور قطلوبغا اصحاب الترجیح میں سے ہیں، صاحب بحر نہیں	۶۷
۴۵	ف ۳: تقلید کا مفہوم	۶۸
۴۶	آج کل مفتی در حقیقت ناقل فتوی ہوتا ہے۔	۶۹
۴۷	شعر نمبر ۳۴ تا ۳۹	۷۰
۴۷	قاعدہ نمبر ۱۰: جس مسئلہ میں کوئی قول امام یا تلامذہ کبار منقول نہ ہو۔	۷۱
۴۹	شعر نمبر ۴۰ تا ۵۲	۷۲
۴۹	قاعدہ نمبر ۱۱: ابواب عبادات میں قول امام کو ترجیح ہوگی۔	۷۳
۵۰	قاعدہ نمبر ۱۲: قضاء سے متعلق قول یعقوبؒ	۷۴
۵۰	قاعدہ نمبر ۱۳: ذوی الارحام کے مسائل میں قول محمدؒ کو ترجیح ہوگی۔	۷۵
۵۰	قاعدہ نمبر ۱۴: استحسان کو قیاس پر ترجیح	۷۶
۵۰	قاعدہ نمبر ۱۵: ظاہر الروایہ کو غیر ظاہر الروایہ پر ترجیح	۷۷
۵۰	قاعدہ نمبر ۱۶: مختلف روایات امام میں سے اقوی دلیل کو ترجیح	۷۸
۵۰	قاعدہ نمبر ۱۷: عدم تکفیر والے قول کی ترجیح	۷۹

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
٨٠	قاعدہ نمبر ١٨: مجتہد کا مرجوع عنہ قول نا قابل عمل	٥٠
٨١	قاعدہ نمبر ١٩: متون معتبرہ میں کسی قول کا ہونا اس کے راجح ہونے کی علامت ہے۔	٥١
٨٢	قاعدہ نمبر ٢٠: متون شروح پر، اور شروح فتاوی پر ترجیح رکھتی ہیں۔	٥١
٨٣	ف: متون معتبرہ کی چند مثالیں	٥١
٨٤	ف: ترجیح کی دو صورتیں	٥٢
٨٥	ترجیح التزامی کی چند صورتیں	٥٢
٨٦	ترجیح صریح کی تعریف اور اس کے الفاظ	٥٣
٨٧	الأصح اور الصحیح میں تعارض کے وقت کونسا اقوی ہوگا	٥٤
٨٨	قاعدہ نمبر ٢١: جب ترجیح التزامی اور ترجیح صریح میں تعارض ہو جائے؟	٥٤
٨٩	قاعدہ نمبر ٢٢: ترجیح صریح میں تعارض ہو جانے کی دو صورتیں	٥٤
٩٠	قاعدہ نمبر ٢٣: اقوال میں تعارض کو دور کرنے والی دس مرجحات	٥٦
٩١	ف ١: مفہوم مخالف کی تعریف	٦٠
٩٢	ف ٢: مفہوم مخالف کی پانچ اقسام	٦٠

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
۹۳	قاعدہ نمبر ۲۴: مفہوم مخالف کا حکم	۶۱
۹۴	قاعدہ نمبر ۲۵: کلام الناس کا مفہوم مخالف اگر ان	۶۱
۹۵	کے کلام صریح کے معارض ہو جائے	
۹۶	مفہوم موافق: دلالۃ النص اور قیاس کی تعریف	۶۱
۹۷	ف ۱: عرف اور عادت کی تعریف	۶۲
۹۸	ف ۲: عرف کی دو اقسام	۶۲
۹۹	قاعدہ نمبر ۲۶: (الف) عرف عام کا حکم	۶۲
۱۰۰	قاعدہ نمبر ۲۷: (ب) عرف خاص کا حکم	۶۲
۱۰۱	ف: حدیث کے لئے کونسا عرف عام مخصص ہو سکتا ہے؟	۶۳
۱۰۲	ضروری تنبیہ	۶۴
۱۰۳	قاعدہ نمبر ۲۸: قول ضعیف پر فتوی کا حکم	۶۴
۱۰۴	قاعدہ: ضرورت کے وقت قول ضعیف پر عمل	۶۵

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مد ظلہم

مفتی اعظم پاکستان

عزیز محترم مولانا محمد عبد البر صاحب سلمہ اللہ سے تعارف اس وقت ہوا جب ماہِ صفر سنہ ۱۴۰۲ھ میں دار العلوم کراچی میں تربیت قضاء کا سلسلہ شروع ہوا، اور مولانا موصوف اس میں شریک ہوئے۔

شرح عقود رسم المفتی کے درس میں مولانا کا ذوق وشوق، اور اس موضوع سے دلچسپی دیکھ کر مجھے بحمد اللہ بہت مسرت ہوئی، تقریر و تحریر کا بھی ماشاء اللہ اچھا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو عطا فرمایا ہے، جس کا ایک نمونہ یہ کاپی ہے، جو بڑے ذوق وشوق سے لکھی گئی ہے۔

احقر نے یہ کاپی جستہ جستہ دیکھی تو بہت مسرت ہوئی کہ ماشاء اللہ میرے درس کی تمام ضروری یادداشتیں اس میں محفوظ کر لی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کو اپنے دین کی مخلصانہ خدمات کے لئے قبول فرمالے، اور جو صلاحیتیں ان کو عطا فرمائی ہیں وہ پاکستان میں نفاذِ قوانین

اسلامی کے عظیم الشان مقاصد میں استعمال ہوں، أللهم فقّهه في الدين، وعلّمه التأويل.

موصوف کی خدمت میں احقر کی گذارش ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بڑھانے کی فکر سے کبھی غافل نہ ہوں، فقہ اور قانون کا تقابلی مطالعہ، اور ٹھوس علمی مشاغل کو ہمیشہ بنیادی مشغلہ کے طور پر جاری رکھیں، اور بزرگوں کی تحقیقات وتصانیف اور خصوصا اصلاح باطن سے متعلق کتب کے مطالعہ، اور بزرگوں کی خدمت وصحبت کو غنیمت کبریٰ سمجھیں۔

اور کسی متبع سنت بزرگ سے اصلاح باطن کے لئے وابستہ ہو کر خود کو ان کے سپرد اس طرح کردیں کہ "کالميّت في يد الغسّال"

مولانا کی باربار خواہش پر یہ سطور لکھی گئی۔ اللہ تعالی احقر کو بھی ان پر عامل بنائیں۔ وما ذلك على الله بعزيز.

محمد رفیع عثمانی عفی اللہ عنہ

۹/۸/۱۴۰۲ھ

علم رسم المفتی کی تعریف

علم رسم المفتی جس کے لئے ہم "مصطلحات الفقه" کا لفظ بھی استعمال کر سکتے ہیں، ان قواعد واصول کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جنکی بنیاد پر مفتی یا قاضی کسی مسئلہ فقہیہ کی تلاش اور تحقیق کرتا ہے، اور اس میں اگر فقہاء کرام کے اقوال مختلف ہوں تو (ان اصول و قواعد کی بناء پر) ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دیتا ہے۔

اس فن میں بڑے بڑے علماء کرام نے خامہ فرسائی فرمائی ہے، عقود رسم المفتی بمع اس کی شرح کے، اسی موضوع پر علامہ ابن عابدینؒ کی مختصر مگر جامع تألیف ہے، الأشباه والنظائر اور مقدمة عمدة الرعاية وغیرہ بھی اسی فن سے متعلق ہیں۔

شامی کی اہمیت

چونکہ ان میں سے اول الذکر کتاب درساً پڑھائی جارہی ہے، اس لئے اس کے مصنف کے حالاتِ زندگی کا اجمالی خاکہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، فتاوی شامی کی تألیف کے وقت اس کے مؤلف مرحوم نے اپنے سے پہلے کی تمام مستند کتابوں کو سامنے رکھا ہے، انکے نقول کی اغلاط کی تصحیح اور اصلاح کی، اور بڑی تعداد میں جزئیات جمع کر دی ہیں، اس وجہ سے ان کے کام کی قدر مزید بڑھ گئی، اور اس دور کے اہل فتوی اس سے مستغنی نہیں ہو سکتے، اگرچہ شامی سے جزئیات کا استخراج کافی مشکل کام ہے لیکن ماہر مفتی کی نگرانی میں یہ کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔

علامہ شامیؒ کے سوانح وحالات

آپ کا اسم گرامی محمد امین بن عمر عابدین تھا، آپ کے چھٹے دادا محمد صلاح الدین کا لقب عابدین تھا، انکی اولاد میں جتنے بیٹے پیدا ہوئے سب ابن عابدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کی ولادت دمشق میں سنہ ۱۱۹۸ھ میں ہوئی، بہت تھوڑی عمر میں انہوں نے قرآن کریم حفظ کرلیا، اور اس کے بعد فن تجوید اور قرأت کی تکمیل فرمائی، تجوید کی مشہور کتابیں میدانیہ، جزریہ اور شاطبیہ حفظ کیں، سن بلوغ کو پہونچنے سے پہلے پہلے اس فن میں تکمیل فرماچکے تھے، بعد ازاں انہوں نے فقہ شافعیؒ کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی لیکن اس کے بعد اس زمانے کے مشہور عالم اور بزرگ شیخ محمد شاکر السالمی الحنفیؒ سے وابستہ ہوگئے، اور فقہ حنفی اور جملہ علوم وفنون میں انہی کے پاس تکمیل فرمائی، ان کے پاس عدیم النظیر کتب خانہ موجود تھا، کیونکہ ان کے والد تاجر تھے، اور انہوں نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ جس کتاب کی تمہیں ضرورت ہو بے تکلف خرید لو۔ اس کے علاوہ ان کے والد صاحب کے پاس اپنا آبائی کتب خانہ بھی بہت عظیم الشان تھا وہ بھی انہی کو ملا، مختلف علوم وفنون میں ان کی تصانیف ہیں، مثلاً" الکافی فی العروض والقوافی" کی شرح بھی انہوں نے فرمائی، یہ شرح بہت کم عمری میں تصنیف کی تھی، فقہ میں ان کی متعدد تصانیف ہیں، عظیم ترین تصنیف ردّ المختار ہے جو الدرّ المختار کا حاشیہ ہے، اس حاشیہ میں انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ اپنے سے پہلے کی تمام مستند کتابوں اور فتاوے فقہیہ الحنفیہ سے استفادہ کریں، اور یہ التزام کیا کہ جہاں کوئی مسئلہ کسی اور کتاب کے حوالہ سے آیا ہے، مثلاً صاحب الدر المختار نے البحر الرائق

کے حوالہ سے کوئی مسئلہ نقل کیا، تو اصل کتاب کی مراجعت ایسے تمام مواقع میں فرمائی، اور جہاں کہیں ناقل سے کوئی سہو ہوا ہے اسے وہیں واضح کیا، یہ حاشیہ چونکہ بہت سے کتب فقہ کو جامع ہے اس لئے پچھلے ڈیڑھ صدی کے عرصہ سے کوئی مفتی اور قاضی اس سے مستغنی نہیں ہے۔

مختلف موضوعات فقہیہ پر بھی ان کے مستقل رسالے ہیں جنکا مجموعہ "رسائل ابن عابدین" کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اسی مجموعہ میں ایک رسالہ یہ شرح عقود رسم المفتی بھی ہے جسے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے کراچی سے مستقلاً شائع کیا۔

علامہ ابن عابدینؒ دمشق میں سنہ ۱۲۵۲ھ میں فوت ہوئے، اور وہیں قبرستان میں ان کا مزار ہے۔ انتقال سے بیس روز پہلے قبر کی جگہ خود حاصل کر کے متعین فرمادی تھی، ان کے صاحبزادے شیخ علاء الدین (۱) ابن عابدینؒ بھی صاحب فتوی بزرگ تھے، انہوں نے اپنے والد ماجدؒ کی ایسی فقہی اور علمی یادداشتوں کو جمع کیا، جو انہوں نے ردّالمحتار کے لئے محفوظ کی تھیں مگر ردّالمحتار میں ان کو شامل نہ فرما سکے تھے، صاحبزادے نے ان یادداشتوں کو مرتب کر کے "تکملة رد المحتار" کے طور پر بنام "قرة عيون الأخيار" شائع کیا، یہ دو جلدوں میں ہے، اسی قرة عیون الأخیار کے مقدمہ میں صاحبزادے نے اپنے والدؒ کے مفصل حالات زندگی قلمبند کئے ہیں، تفصیل کے لئے اس کی مراجعت کی جائے۔

فرحمهم الله جميعا وأرضاهم ورضي عنهم.

---

(۱) شیخ زادے صاحب اس مجلس کے رکن رکین بھی تھے، جس نے دولت عثمانیہ کے لئے قانون کی تدوین کی، فقہ حنفی کو بنیاد بنا کر یہ دفعہ وار کتاب مجلة الأحکام کے نام سے مشہور ہے، نور محمد نے اسے کراچی سے شائع کیا ہے۔

متن عقود رسم المفتی

حفظ واستحضار کی خاطر سب سے پہلے متن کے اشعار مندرج کئے جاتے ہیں، جن کی کل تعداد ۷۴ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

متن عقود رسم المفتی

۱- باسم الإله شارع الأحكام	مع حمده أبدأ فی نظامی
۲- ثمّ الصّلوة والسلام سرمدا	على نبیّ قد أتانا بالهدى
۳- وآله وصحبه الكرام	على ممّر الدهر والأعوام
۴- وبعد فالعبد الفقير المذنب	محمد بن عابدين يطلب
۵- توفيق ربه الكريم الواحد	والفوز بالقبول فی المقاصد
۶- وفی نظام جوهر نضيد	وعقد درّ باهر فريد
۷- سمّيته عقود رسم المفتی	يحتاجه العامل أو من يفتی
۸- وها أنا أشرع فی المقصود	مستمخا من فيض بحر الجود
۹- اعلم بأن الواجب اتباع ما	ترجيحه عن أهله قد علما
۱۰- أو كان ظاهر الرّواية ولم	يرجّحوا خلاف ذاك فاعلم
۱۱- وكتب ظاهر الروايات أتت	ستا وبالأصول أيضا سميّت

١٢- صنّفها محمد الشيبانی حرّر فيها المذهب النعمانیّ

١٣- الجامع الصغير والكبير والسير الكبير والصغير

١٤- ثم الزيادات مع المبسوط تواترت بالسند المضبوط

١٥- كذا له مسائل النوادر(١) إسنادها فی الكتب غير ظاهر

١٦- وبعدها مسائل النوازل خرّجها الاشياخ بالدلائل

١٧- واشتهر المبسوط بالأصل وذا لسبعة الستة تصنيفا كذا

١٨- الجامع الصغير بعده فما فيه على الأصل لذا تقدما

١٩- وآخر الستة تصنيفا ورد السير الكبير فهو المعتمد

٢٠- ويجمع الست كتاب الكافی للحاكم الشهد فهو الكافی

٢١- أقوى شروحه الذی كالشمس مبسوط شمس(٢) الأمة السرخسی

٢٢- معتمد النقول ليس يعمل بخلفه وليس عنه يعدل

٢٣- واعلم بأن عن أبی حنيفة جائت روايات غدت منيفه(٣)

٢٤- اختار منها بعضها والباقی يختار منه سائر الرفاق

٢٥- فلم يكن لغيره جواب كما عليه أقسم الأصحاب

---

(١) والفرق بين مسائل الأصول ونوادرها ونوازلها قد بيّن فی ص ٢١، ٢٢ من هذه الكراسة.

(٢) قوله: شمس الأمة قد تصرف فيه للوزن.

(٣) قوله: غدت منيفه، أی صارت ظاهرة.

۲۶ وحیث(۱) لم یوجد له اختیار فقول یعقوب هو المختار

۲۷- ثم محمد فقوله الحسن ثم زفر وابن زیادن الحسن

۲۸- وقیل بالتخییر فی فتواه إن خالف الإمام صاحباه

۲۹- وقیل من دلیله أقوی رجح وذا لمفت ذی اجتهادن الأصح

۳۰- فالآن لاترجیح بالدلیل فلیس إلا القول بالتفصیل

۳۱- ما لم یکن خلافه المصححا فنأخذ الذی لهم قد وضحا

۳۲- فإننا نراهمو قد رجّحوا مقال بعض صحبه وصححوا

۳۳- من ذاك ما قد رجّحوا الزفر مقاله فی سبعة(۲) وعشر

۳٤- ثم إذا لم توجد الروایة عن علمائنا ذوی الدرایة

۳۵- واختلف الذین قد تأخروا یرجّح الذی علیه الأکثر

۳٦- مثل الطحاوی وأبی حفص الکبیر وأبوی جعفر واللیث الشهیر

۳۷- وحیث لم توجد لهؤلاء مقالة واحتیج للإفتاء

---

(۱) قد ذکر العلامة الشامیؒ ههنا ثلاثة صور فی المسئلة المختلفة فیها، وأصحّها فی زماننا ما ذکره فی الشعر رقم ۲۹ کما ذکر مفهومه فی الشعر رقم ۹، إلا فی ما لا ترجیح فیه من أصحاب الترجیح، فحینئذ الترتیب فی رقم ۲ ۱، ۲۷.

(۲) قد نظمها الحمویؒ، لکن أخطأ فیه حیث نظم فیه ما لم یکن من تفردات زفر، فنظم الشامیؒ استدراکا علیه فی حاشیته، وبلغ عدد تفردات(فی منظومة الشامی) زفرؒ ما أفتی علیها، إلی عشرین مسائل، فلیراجع حاشیته،۲ ۱ باب النفقة ۱۲

۳۸- فلينظر المفتى بجدّ واجتهاد وليخش بطش ربه يوم المعاد

۳۹- فليس يجسر على الأحكام سوى شقى خاسر المرام

٤٠- وههنا ضوابط محرّرة غدت لدى أهل النّهى مقررة

٤١- فى كل أبواب العبادات رجح قول الإمام مطلقا ما لم تصح(١)

٤٢- عنه رواية بها الغير أخذ مثل تيمم لمن تمرا نبذ

٤٣- وكل فرع بالقضاء تعلقا قول أبى يوسف فيه ينتقى(٢)

٤٤- وفى مسائل ذوى الأرحام قد أفتوا بما يقوله محمد(٣)

٤٥- ورجحوا استحسانهم على القياس إلا مسائل وما فيها التباس(٤)

٤٦- وظاهر المروى ليس يعدل عنه إلى خلافه إذ ينقل(٥)

٤٧- لاينبغى العدول عن درايه إذ أتى بوفقها رواية(٦)

٤٨- وكل قول جاء ينفى الكفرا عن مسلم ولو ضعيفا أحرى(٧)

---

(١) مأخوذة من كبيرى شرح المنية للحلبیؒ.

(٢) القاعدة الثانية مأخوذة من بحر الرائق والقنية والبزازيه وغيرها.

(٣) مأخوذة من متن الملتقى ١٢

(٤) قاعدة ترجيح الاستحسان على القياس الا فى احد عشر مسائل ذكرها الناطفى فى الاجناس وابن نجيمؒ فى شرح المنار، مأخوذة من عامة الكتب.

(٥) بحوالة أنفع الوسائل. ١٢

(٦) من شرح المنية للحلبیؒ.

(٧) بحر الرائق من باب المرتد بحوالة الفتاوى الصغرى. ١٢

٤٩- وكل ما رجع عنه المجتهد صار كمنسوخ فغيره اعتمد(١)

٥٠- وكل قول فى المتون أثبتا فذاك ترجيح له ضمنا أتى

٥١- فرجحت على الشروح والشروح على الفتاوى القدم من ذات رجوع

٥٢- ما لم يكن سواه لفظا صححا فالأرجح الذى به قد صرحا

٥٣- وسابق الأقوال فى الخانية وملتقى الأبحر ذو مزية

٥٤- وفى سواهما اعتمد ما أخّدوا دليله لأنه المحرر

٥٥- كما هو العادة فى الهداية ونحوها لراجح الدراية

٥٦- كذا إذا ما واحدا قد علّلوا له وتعليل سواه أهملوا

٥٧- وحيثما وجدت قولين وقد صحح واحد فذاك المعتمد

٥٨- بنحو ذا الفتوى عليه الأشبه والأظهر المختار ذا والأوجه

٥٩- أو الصحيح والأصح آكد منه وقيل عكسه المؤكد

٦٠- كذا به يفتى عليه الفتوى وذان من جميع تلك أقوى

٦١- وإن تجد تصحيح قولين ورد فاختر لما شئت وكل معتمد

٦٢- إلا إذا كان صحيحا وأصح أو قيل ذا يفتى به فقد رجح

٦٣- أو كان فى المتون أو قول الإمام أو ظاهر المروى أو جل العظام

٦٤- قال به أو كان الاستحسانا أو زاد للأوقاف نفعا بانا

(١) من البحر.١٢

٦٥- أو كان ذا أوفق للزمان		أو كان ذا أؤضح فى البرهان

٦٦- هذا إذا تعارض التصحيح		أو لم يكن أصلا به تصريح

٦٧- فنأخذ اللذى له مرجّح		مما علمته فهذا الأوضح

٦٨- واعمل بمفهوم روايات أتى		مالم يخالف لصريح ثبتا

٦٩- والعرف فى الشرع له اعتبار		لذا عليه الحكم قد يدار

٧٠- ولايجوز بالضعيف العمل		ولا به يجاب من جا يسأل

٧١- إلا لعامل له ضرورة		أو من له معرفة مشهورة

٧٢- ولكنما القاضى به لايقضى		وإن قضى فحكمه لايمضى

٧٣- لاسيما قضاتنا إذ قيدوا		براجح المذهب حين قلّدوا

٧٤- وتمّ ما نظمته فى سلك		والحمد لله ختام مسك

☆☆☆

تشریحی یادداشتیں

شعر نمبر ۹

اعلم بأن الواجب اتباع ما　　　ترجیحه عن أهله قد علما

قاعدہ نمبر ا

مفہوم: جس قول کی ترجیح اہل ترجیح فقہاء سے معلوم ہو جائے اس کا اتباع لازم ہے۔ یعنی جب "فقہاء مذہب کے اقوال میں اختلاف ہو جس قول کو اہل ترجیح نے راجح قرار دیا ہو اسی قول کا اتباع واجب ہے۔" (إلا فی بعض المواضع کما سیأتی فی الکتاب).

ف ا– اس قاعدہ پر علامہ شامیؒ نے فقہاء شافعیہ، مالکیہ اور حنفیہ کی عبارتوں سے اجماع نقل کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ مجمع علیہا ہے، اور اس کی خلاف ورزی خرق الاجماع اور حرام ہے۔ البتہ بعض خاص صورتیں اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں جنکا بیان اسی کتاب میں آئے گا۔

ف ۲– اہل الترجیح کون حضرات ہیں، یہ سمجھنے کے لئے طبقات فقہاء کا جاننا ضروری ہے، والفقهاء علی سبع طبقات.

۱- الأولی طبقة المجتهدين في الشرع:

مجتہدین فی الشرع ان حضرات کو کہتے ہیں جو کہ ادلہ اربعہ سے قواعد واصول وضع کرتے ہیں، اور ان اصول کی بناء پر احکام فرعیہ کا استنباط کرتے ہیں، یہ حضرات اصول وفروع میں کسی کے مقلد نہیں ہوتے، اسی وجہ سے ان کو مجتہدین مطلق بھی کہتے ہیں، جیسے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نعمان بن ثابت(۱)، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ۔

۲- الثانية طبقة المجتهدين في المذهب:

یہ وہ حضرات ہیں جو اصول وقواعد میں اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں اور فروع میں تقلید نہیں کرتے، وہ اپنے امام کے اصول سامنے رکھ کر فروع کا استنباط کرتے ہیں جیسے کہ امام زفر عبداللہ بن مبارک رحمہما اللہ وغیرہما۔

علامہ شامیؒ نے اس طبقہ کے فقہاء کے لئے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کو بطور مثال ذکر کیا ہے جو انسب نہیں ہے، اس لئے کہ انہوں نے بہت سے اصول میں بھی اپنے امام سے اختلاف کیا ہے(۲)، بلکہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "المنحول" میں لکھا ہے کہ صاحبین نے اپنے امام سے دو ثلث مذہب میں اختلاف کیا ہے۔

---

(۱) حضرت امام اعظمؒ کا دور: -ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجتہدین فی الشرع (مجتہدین مطلق) کا دور تھا، جیسے ابن ابی لیلیؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہما، لیکن تدوین فقہ کے باعث چار مشہور ائمہ کے مذاہب محفوظ رہے، اور بعد کے ہر دور میں ان کے پیروکاران مذہب کثرت سے رہے، اس لئے ان حضرات کو "ائمہ متبوعین" بھی کہتے ہیں، اور اسی لئے اس دور کے مجتہدین میں سے یہ چار حضرات ہی زیادہ مشہور ہوئے۔

(۲) وأما المسائل التي قال بها أبويوسف ونحوه من أصحاب الإمام فكثير منها مبني على قواعد لهم خالفوا فيها قواعد الإمام؛ لأنهم لم يلتزموا قواعده كلها. شرح المعقود ص ۱۸.

البتہ صاحبین نے ادباً اپنی فقہیں مدوّن نہیں کیں بلکہ اپنے امام کی فقہ مدوّن کر کے موقعہ بموقعہ اپنے اختلاف کا ذکر کیا ہے، اور اسی بناء پر علامہ عبد الوہاب شعرانیؒ نے ان حضرات کو المجتهدين المنتسبين کہا ہے۔

٣- الثالثة طبقة المجتهدين فى المسائل:

یہ وہ حضرات ہیں جو اصول وفروع دونوں میں مقلد ہوتے ہیں، البتہ ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن کے بارے میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو، جیسے امام خصافؒ اور ابو جعفر الطحاویؒ وغیرہما۔

٤- الرابعة طبقة أصحاب التخريج:

یہ ان فقہاء کرام کا طبقہ ہے جو اصول وفروع میں مقلد ہوتے ہیں، اور اجتہاد کی بالکل قدرت نہیں رکھتے، البتہ اصول پر احاطے اور ان کے مأخذ کو ضبط کرنے کے باعث وہ کسی مجمل قول (عن إمامه) کی تفصیل یا بیان، اور کسی محتمل الامرین حکم کی تشریح کرنے پر قادر ہوتے ہیں، جیسے کہ فقیہ ابو اللیث نصر سمرقندیؒ۔

٥- الخامسة طبقة أصحاب الترجيح:

فقہاء کرام کا یہ طبقہ بھی اصول وفروع میں صاحب المذہب امام کا مقلد ہوتا ہے، اس طبقہ کے فقہاء نہ تو اجتہاد کر سکتے ہیں اور نہ ہی بیان مجمل اور محتمل الامرین حکم میں قطع وجزم کا فیصلہ کر سکتے ہیں، البتہ کسی ایک مسئلہ میں نقل ہونے والی روایات مختلفہ میں سے صاحب مذہب امام کے اصول وقواعد اور مسئلہ کے دوسرے نظائر نیز فطری ذوق اور وہبی مناسبت کی بنیاد پر کسی ایک کو ترجیح دیتے ہیں، چنانچہ ایسے موقعہ پر یہ حضرات متعلقہ قول کے ساتھ هذا اولى، هذا أصح یا هذا أوفق للقياس وغیرہ کے الفاظ کہتے اور لکھتے ہیں، جیسے ابو الحسن

جدوری اور صاحب ہدایہ وغیرہما۔

٦- السادسة طبقة المقلدين القادرين على التمييز بين الأقوى والضعيف:

اس طبقہ کے فقہاء نہ اجتہاد کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ ہی تخریج وترجیح کا کام کرسکتے ہیں، البتہ نقل مذہب میں بہت اونچے پائے کے فقہاء ہوتے ہیں، اور ان حضرات کو اسی وجہ سے "مقلدین محض" بھی کہتے ہیں، جیسے اصحاب المتون المعتبرة (١) کصاحب الکنز وصاحب المختار وصاحب الوقاية وصاحب المجمع اور یہ حضرات اپنی کتب میں مردود اقوال اور ضعیف روایات نقل نہیں کرتے۔

٧- السابعة طبقة المقلدين الذين لا يقدرون على ما ذكر:

یہ ان حضرات کا طبقہ ہے جو غث وسمین اور شمال ویمین میں تمیز نہیں کرسکتے بلکہ حاطب لیل کی طرح جو کچھ پاتے ہیں لے لیتے ہیں، جیسے آج کل کے (بعض بلکہ اکثر) فقہاء مقلدین، (فالويل لمن قلدهم كل الويل)۔

ف٣- فالمفروض على المفتي والقاضي التثبت فى الجواب وعدم المجازفة فيها:

یعنی مفتی اور قاضی کے لئے ضروری ہے کہ کسی استفتاء اور قضیہ کے جواب

(١) علامہ شامیؒ نے متون معتبرہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ وہ یہ ہیں: البداية ، ومختصر القدوری، درالمختار، والنقاية، والوقاية، والكنز، والملتقى الأبحر، البتہ ملا خسرو کی الغدر، اور تمرتاشی الغزی کی التغريد غیر معتبر ہیں، هكذا فى شرح عقود رسم المفتی ص ٣١.

میں خوب تحقیق کریں، اور تخمینہ واٹکل سے جواب ہرگز نہ دیں۔

ف ۴- ویحرم اتباع الھوی والتشھی:

اسی طرح خواہشات نفس کی تابعداری اور اپنی خواہش و طبیعت کے مطابق سہل خواہی بھی حرام ہے، اس میں جیسے قاضی و مفتی کے لئے حق کے علی الرغم اپنی ذاتی خواہش کے اختیار کو حرام قرار دیا گیا ہے اسی طرح کسی بھی دوسرے کی ذاتی خواہشات اور مفادات کو حق کے علی الرغم ملحوظ رکھنا بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر ۲

جس شخص نے علم فقہ اساتذہ سے باقاعدہ حاصل نہ کیا ہو بلکہ فقہی کتب کا خود ہی مطالعہ کیا ہو اس کو فتوی دینا جائز نہیں، وہ اہل فن کے نزدیک جاہل اور عامی ہے، کیونکہ وہ احکام کے اصول و قواعد اور کلیات و علل سے بے خبر ہے۔

قاعدہ نمبر ۳

جس شخص نے معتبر مشائخ سے علم فقہ حاصل کیا ہو جب تک اسے اس میں مہارت تامہ اور "ملکہ نفسانیہ" پیدا نہ ہو جائے اس کو بھی صرف کتابیں دیکھ کر فتوی لکھنا جائز نہیں۔

قاعدہ نمبر ۴

فتوی دینا اس شخص کو جائز ہے جس نے معتبر مشائخ سے علم فقہ حاصل کیا ہو، یہانتک کہ اسے ایسی مہارت اور ملکہ نفسانیہ حاصل ہو گیا ہو کہ وہ احکام کے اصول و قواعد اور کلیات و علل کو سمجھتا ہو، اور اگر کسی کتاب میں اتفاق سے کوئی

مسلہ غلط لکھا ہوا ملے تو اس سے دھوکہ نہ کھائے (إلا شاذا)۔

ف نمبر ۵۔ جس شخص میں فتوی کا یہ ملکہ نہ ہو وہ اگر فتوی دینے لگے تو حاکم وقت پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو اس حرکت سے روکے اور سزا دے، تاکہ دوسرں کو بھی عبرت ہو۔

ف نمبر ۶۔ متأخرین کی بہت سے کتابیں ایسی ہیں جن کے متعلق علامہ شامیؒ اور دوسرے فقہاء متاخرین نے صراحت کی ہے کہ صرف ان کتابوں کو دیکھ کر فتوی دینا جائز نہیں۔ وہ کتابیں یہ ہیں۔

۱- شرح النقاية للقهستاني.
۲- الدر المختار لعلاء الدين الحصكفيؒ.
۳- الاشباه والنظائر لابن نجيمؒ.
٤- شرح الكنز لملا مسكينؒ.
٥- القنية.
٦- النهر شرح الكنز.
۷- العيني شرح الكنز.
۸- السراج الوهاج شرح القدوري.
۹- الجوهرة النيرة شرح القدوري.

☆☆☆

شعر نمبر ۱۰

أو كان ظاهـــر الرواية ولم يرجحوا خلاف ذاك فاعلم

قاعدہ نمبر ۵

جب کسی مسئلہ مختلف فیہا میں اہل ترجیح کی ترجیح موجود نہ ہو تو اس قول کا اتباع واجب ہے جو ظاہر الروایت میں آیا ہو۔

☆☆☆

شعر نمبر ۱۱ تا نمبر ۱۶:

۱۱ – وکتب ظاهر الرواية أتت	ستا وبالأصول أيضا سميت
۱۲ – صنفها محمد الشيباني	حرّر فيها المذهب النعماني
۱۳ – الجامع الصغير والكبير	والسير الكبير والصغير
۱٤ – ثم الزيادات مع المبسوط	تواترت بالسند المضبوط
۱۵ – كذا له مسائل النوادر	إسنادها في الكتب غير ظاهر
۱٦ – وبعدها مسائل النوازل	خرّجها الأشياخ بالدلائل

ف ۱- مسائل فقہیہ کے تین طبقات ہیں، مسائل الاصول، مسائل النوادر اور واقعات ونوازل یا فتاوی۔

الطبقة الأولى: پہلا طبقہ مسائل الاصول کا ہے، اور اس کو مسائل ظاہر الروایہ بھی کہتے ہیں، یہ وہ مسائل ہیں جو اصحاب مذہب یعنی ابو حنیفہ، ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے مروی ہیں، اور کبھی امام زفر اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ، جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے اخذ کیا ہے، بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں، لیکن اغلب یہی ہے کہ ظاہر الروایۃ ائمہ ثلاثہ یا ان میں سے بعض کے قول کو ہی کہا جاتا ہے۔ پس یہ مسائل جن کو ظاہر الروایۃ یا مسائل الاصول کہتے ہیں، امام محمدؒ کی چھ کتابوں میں پائے جاتے ہیں، ان کتابوں کے نام یہ ہیں: المبسوط، زیادات، الجامع الصغير، السير الصغير، الجامع الكبير اور السير الكبير.

وجہ تسمیہ

اور ان کو ظاہر الروایت اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ روایت ثقات کے ذریعے امام محمدؒ سے مروی ہیں، اور یہ مسائل امام محمدؒ سے یا بطریق تواتر منقول ہیں یا بطریق شہرت مروی ہیں۔

الطبقة الثانية:

دوسرا طبقہ مسائل النوادر کا ہے، یہ وہ مسائل ہیں جو اصحاب مذہب (ائمہ ثلاثہ) سے مروی ہوں، لیکن امام محمدؒ کی ان چھ کتابوں کے علاوہ دوسری کتب میں، خواہ وہ امام محمدؒ کی دوسری کتب ہوں، جیسے الكيسانيات، الهارونيات، الجرجانيات اور الرقيات، اور ان کو غیر ظاہر الروایۃ بھی کہا جاتا ہے، یا امام محمدؒ کی کتب کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہوں، جیسے الكتاب المجرّد للحسن ابن زیادؒ وغیرہ، یا مروی ہوں روایت مفردہ کے ساتھ جیسا کہ روایت ابن سماعة ومعلّى ابن متصور وغيرهما .

الطبقة الثالثة:

تیسرا طبقہ ان مسائل کا جن کو الواقعات، الفتاوی یا النوازل کہا جاتا ہے، یہ وہ مسائل ہیں جن کو مجتہدین متاخرین مستنبط کرتے ہیں، لیکن یہ استنباط ان اصول کی روشنی میں کرتے ہیں جو امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہوں، اور یہ استنباط اس ضرورت کی بناء پر کرنا پڑتا ہے کہ اس مسئلہ مستنبطہ میں ائمہ مذہب کا کوئی قول یا روایت منقول نہ ہو۔

ف ۲- نوازل میں سب سے پہلی کتاب فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ کی ہے جس کا نام "کتاب النوازل" ہے۔ اس کے بعد "مجموع النوازل" اور "الواقعات

للناطفی“، لکھی گئی ہے، اور اسی طرح یہ سلسلہ ہر زمانہ کے فقہاء نے جاری رکھا۔

ف ۳- رضی الدین سرخسیؒ کی کتاب ”المحیط“ میں تینوں قسم کے مسائل ممتاز کر کے الگ الگ جمع کئے گئے ہیں، شیخ رضی الدین سرخسیؒ نے ”المحیط“ کے نام سے چار کتابیں تالیف کی ہیں، ایک چالیس جلدوں پر مشتمل تھی، دوسری دس جلدوں پر، تیسری چار جلدوں پر اور چوتھی دو جلدوں پر، یہ کتاب ”المحیط“ اس ”المحیط“ کے علاوہ ہے جو علامہ برہان الدینؒ کی تالیف ہے، اور ”المحیط البرھانی“ کے نام سے معروف ہے۔

ف ۴- کتاب ”المحیط“ جب مطلق مذکور ہو تو اس سے مراد المحیط البرہانی ہوتی ہے۔

ف۵- امام محمدؒ کی کتاب ”المبسوط“ کے متعدد نسخے تھے، سب سے مشہور نسخہ ابو سلیمان جوزجانیؒ کا ہے۔

ف٦- امام محمدؒ کی کتاب ”المبسوط“ کی شرح بہت سے مشائخ نے لکھی ہے، اور ان شروح کا نام بھی ”المبسوط“ ہی معروف ہو گیا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کو شارح کی طرف مضاف کیا جاتا ہے، مثلاً کہا جاتا ہے مبسوط شمس الأئمة الحلوانی، یا مبسوط شیخ الإسلام خواهر زاده، اسی طریقے سے الجامع الصغیر کی بھی بہت سی شرحیں متعدد حضرات نے لکھی ہیں، اور ان کو بھی شارح کی طرف مضاف کیا جاتا ہے، مثلاً کہا جاتا ہے ذکرہ قاضیخان فی الجامع الصغیر، حالانکہ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ذکرہ قاضیخان فی شرح الجامع الصغیر.

ف۷- ظاہر الروایت کا ہی دوسرا نام ”الأصول“ بھی ہے یعنی انہی کتب

ستہ کو الاصول بھی کہا جاتا ہے، بعض حضرات نے دونوں میں فرق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن ان حضرات کی دلیل کمزور ہے، اور علامہ شامیؒ نے اسی کتاب میں اس پر رد کیا ہے اور اسی پر جزم کیا ہے کہ دونوں متحد المصداق ہیں اور ان میں کوئی بھی فرق نہیں۔

ف۸– المغوب، جس میں ان لغات کی تشریح کی گئی ہے جو کتب فقہ میں آتی ہیں، یہ علامہ مطرزیؒ کی تالیف ہے اور بہت مفید کتاب ہے۔ مطرزیؒ علامہ زمخشریؒ کے شاگرد ہیں، جیسے کہ مطرزیؒ نے اپنی اسی کتاب میں ان کو "أستاذنا" لکھا ہے، اگرچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت اسی سال ہوئی جس سال زمخشریؒ کی وفات ہوئی۔ بہر حال انہوں نے زمخشریؒ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کیا، اور زمخشریؒ کی طرح وہ بھی معتزلی تھے۔

☆☆☆

شعر نمبر ۱۷ تا نمبر ۱۹:

۱۷ - واشتهر المبسوط بالأصل وذا لسبقه الستة تصنيفا كذا

۱۸ - الجامع الصغير بعده فما فيه على الأصل لذا تقدما

۱۹ - وآخر الستة تصنيفا ورد السير الكبير فهو المعتمد

ف ا- کتب ظاہر الروایہ میں سب سے پہلے "المبسوط" تالیف کی گئی ہے،اسی مناسبت سے یہ "الأصل" کے نام سے بھی مشہور ہے۔

ف ۲- فقہاء کرام رحمہم اللہ اپنی عبارتوں میں اکثر ذکر فرماتے ہیں کہ "ذكره محمد في الأصل". اس کا مطلب شارحین یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہاں "الأصل" سے مراد امام محمدؒ کی کتاب "المبسوط" ہے،اس سے معلوم ہوا کہ اگر "الأصل" مفرد استعمال ہو تو اس سے مراد "المبسوط" ہوگی، اور اگر "الأصول" جمع کا صیغہ استعمال ہو تو اس سے مراد "ظاهر الرواية" ہوگی۔

ف ۳- کتب ظاہر الروایت میں تصنیف کے اعتبار سے ترتیب زمانی یہ ہے کہ سب سے پہلے المبسوط پھر الجامع الصغير پھر الجامع الكبير پھر الزيادات پھر السير الصغير اور آخر میں السير الكبير تصنیف کی گئی۔

ف نمبر ۴- امام محمدؒ کی کتابوں میں سے جن کے نام میں "الصغیر" کا لفظ ہے وہ سب کتابیں بلکہ امام محمدؒ کی اکثر تصنیفات امام ابو یوسفؒ کی توثیق شدہ ہے۔

البتہ جن کتابوں کے نام میں ''الکبیر'' کا لفظ ہے وہ امام ابو یوسفؒ کی سامنے پیش نہیں کی جا سکیں، یعنی المضاربۃ الکبیر، المأذون الکبیر، الجامع الکبیر اور السیر الکبیر، البتہ الجامع الصغیر کے چھ مسائل کی نقل میں امام ابو یوسفؒ نے امام محمدؒ کا تخطئہ کیا ہے، مگر اس تخطئہ کو امام محمدؒ نے قبول نہیں کیا، البحر الرائق میں باب الوتر والنوافل میں یہ مسائل مذکور ہیں۔

ف نمبر ۵- محقق علامہ ابن ہمامؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ جس مسئلہ میں امام محمدؒ نے اختلاف نقل نہ کیا ہو تو وہ مسئلہ (ہمارے تینوں ائمہ کرام یعنی امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا) متفق علیہ مسئلہ ہو گا۔

قاعدہ نمبر ۶

کتب ظاہر الروایۃ کے درمیان اگر کسی مسئلہ میں تعارض ہو جائے مثلاً ''المبسوط'' میں جو لکھا ہے اس کے بر خلاف الزیادات میں ہو تو اعتماد اس کتاب کے قول پر کیا جائے گا جو تصنیفاً مؤخر ہو، اور یوں سمجھا جائے گا کہ پچھلی کتاب میں جو قول مذکور ہے اس سے رجوع کر لیا گیا ہے۔

☆☆☆

شعر نمبر ۲۰ تا نمبر ۲۲

۲۰- ویجمع الست کتاب الکافی للحاکم الشهید فهو الکافی

۲۱- أقوی شروحه الذی کالشمس مبسوط شمس الأئمة السرخسی

۲۲- معتمد النقول لیس یعمل بخلفه ولیس عنه یعدل

ف نمبر ا- مشہور فقیہ الحاکم الشہید نے تمام کتب ظاہر الروایت کے سب مسائل کو مرتب، منضبط اور مختصر انداز میں اپنی کتاب الکافی میں جمع کر دیا ہے، اس کتاب کو مختصر الکافی یا الکافی بھی کہتے ہیں، یہ کتاب نقل مذہب میں نہایت معتبر و مستند ہے، اور چونکہ تمام کتب ظاہر الروایہ کے مسائل پر مشتمل ہے اس لئے اس کو بھی کتب الاصول یعنی کتب ظاہر الروایت میں شمار کیا گیا ہے۔

ف نمبر ۲- کتاب الکافی کی شروح بہت سے فقہاء کرام نے لکھی ہیں، لیکن شمس الائمہ سرخسیؒ کی شرح سب سے زیادہ معتبر، مستند اور صحیح ترین قرار دی گئی ہے، اس شرح کا نام "المبسوط" ہے، اور یہ مبسوط سرخسی کے نام سے مشہور ہے۔

ف ۳- المبسوط نام کی کتب فقہ حنفی میں کثیر ہیں جو فقہاء کبار کی تالیفات ہیں، ان فقہاء کرام کے نام شرح عقود رسم المفتی ص نمبر ۱۳ میں مذکور ہیں، لیکن جب لفظ مبسوط مطلق ذکر کیا جائے یعنی مؤلف کا نام ذکر نہ ہو تو اس سے مراد مبسوط سرخسیؒ ہوتی ہے۔

ف ۴- "شمس الأئمة" متعدد فقہاء کرام کا لقب رہا ہے، جنکی تفصیل شرح عقود رسم المفتی کے ص ۱۲، ۱۳ کے حاشیہ پر مذکور ہے، لیکن جب یہ لقب مطلق مذکور ہو یعنی نام یا نسبت وغیرہ اس کے ساتھ مذکور نہ ہو تو اس وقت اس سے مراد شمس الائمہ سرخسیؒ مراد ہوتے ہیں، جو شمس الائمہ حلوائیؒ کے شاگرد ہیں۔

قاعدہ نمبر ۷

کسی مسئلہ میں اگر مبسوط سرخسیؒ سے کسی دوسری کتاب کا اختلاف ہو جائے تو مبسوط سرخسی کو ترجیح دی جائے گی(۱)، (كما نقله الشاميؒ ههنا عن العلامة الطرسوسيؒ).

ف: فقہ حنفی میں بہت سی مبسوطیں لکھی گئی ہیں، مثلاً امام ابو یوسفؒ کی اور امام محمدؒ کی مبسوط جو "الأصل" کہلاتی ہے، اور جرجان، خواہر زادہ، شمس الائمہ حلوانی، ابو الیسر بزدوی اور ان کے بھائی علی بزدوی، سید ناصر الدین سمرقندی اور ابو اللیث نصر بن محمد رحمہم اللہ کی مبسوطیں، لیکن جہاں "المبسوط" مطلق بولی جائے تو اس سے مراد علامہ سرخسیؒ کی "المبسوط" ہوتی ہے، جو حاکم شہیدؒ کی کتاب "الكافي" کی شرح ہے۔

☆☆☆

(۱) لیکن استاذنا المکرم کی رائے میں یہ اس صورت کے ساتھ مقید ہے کہ اصحاب الترجیح نے اس مسئلہ میں مبسوط کے خلاف کو ترجیح نہ دی ہو۔

شعر نمبر ۲۳ تا نمبر ۲۵

۲۳- واعلم بأن عن أبی حنیفة جاءت روایات غدت منیفة

۲٤- اختار منها بعضها والباقی یختار منه سائر الرفاق

۲۵- فلم یکن لغیره جواب کما علیه أقسم الأصحاب

ف نمبر ا- بسااوقات ایک ہی مسئلے میں امام ابو حنیفہؒ کے کئی اقوال ہوتے ہیں جو باہم مختلف ہوتے ہیں، اس اختلاف کی پانچ وجوہ بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ا- راوی عن ابی حنیفہؒ سے خطا ہو جانا کہ ایک راوی نے صحیح نقل کیا جبکہ دوسرے نے غلط نقل کیا ہو، اس صورت میں تو امام ابو حنیفہؒ کا قول در حقیقت ایک ہی ہے، باقی اقوال ان کی طرف غلط منسوب کئے جائیں گے۔

۲- ان اقوال میں سے ایک قول امام ابو حنیفہؒ کا معمول بہ (یعنی مذہب) ہوتا ہے، اور باقی اقوال سے انہوں نے رجوع کر لیا ہے، تو ایک راوی مرجوع الیہ اور دوسرا مرجوع عنہ قول نقل کر دے۔

تنبیہ: یہ دونوں وجہیں اسی وقت ہو سکتی ہیں جبکہ اقوال امام نقل کرنے والے حضرات مختلف ہوں لیکن جب ان اقوال مختلفہ کا راوی ایک ہی ہو، مثلاً امام محمدؒ تو یہ مذکورہ بالا دو وجہیں بظاہر سبب اختلاف نہیں ہو سکتیں۔

۳- ان اقوال مختلفہ میں سے ایک قول قیاس پر مبنی ہوتا ہے، اور دوسرا

استحسان پر (أی فی بعض المسائل).

۴- کہیں ایسا ہوتا ہے کہ ایک قول میں نفس حکم بیان کیا گیا ہے، اور دوسرا قول مبنی پر احتیاط ہوتا ہے۔

۵- بعض مسائل میں اختلاف کا سبب یہ ہوتا ہے کہ تعارضِ ادلہ یا دلیل واحد کی وجوہ متعارضہ کے باعث امام کو اس مسئلہ میں تردد رہتا ہے، تو دونوں قول مساوی درجہ میں امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

ف ۲- بعض اصولیین نے کہا ہے کہ ایک امام کے ایک ہی مسئلے میں دو ایسے قول نہیں ہو سکتے جن میں سے کسی سے اس نے رجوع نہ کیا ہو یا جن میں سے کسی کو اس نے ترجیح نہ دی ہو، پس جہاں امام کی طرف دو قول منسوب ہوں تو در حقیقت ان میں سے قول صرف ایک ہی ہوگا، اور دوسرے قول کی یا روایت میں روایوں سے غلطی ہوئی ہے، یا وہ قول مرجوع عنہ ہے جس کی خبر راوی کو نہیں ہو سکی، لیکن علامہ شامیؒ نے اسی مقام پر شرح عقود رسم المفتی میں اصولیین کی اس رائے پر رد کیا ہے، اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مسئلہ واحدہ میں امام کے متعدد اقوال ایسے ہو سکتے ہیں جن میں سے کسی سے امام نے رجوع کیا ہو نہ کسی کو دوسرے پر ترجیح دی ہو، (لتعارض الأدلة کما سبق).

ف ۳- اختلاف اقوال کی جو وجوہ خمسہ اوپر بیان ہوئی ہیں، ان میں سے پہلی وجہ تو بلا شبہ ایسی ہے کہ جہاں وہ پائی جائے اور درایت صحیحہ معلوم ہو جائے تو جو روایت خطاءً امام کی طرف منسوب کی گئی ہے وہ در حقیقت امام کی طرف منسوب نہیں ہوگی، اور یہ اسی وقت ہوگا کہ جب ان روایتین کو نقل کرنے والے راوی ایک سے زائد ہوں، اور باقی وجوہ اربعہ میں سے جو وجہ بھی کہیں پائی جائے تو وہاں

ان تمام اقوال مختلفہ کی نسبت إلی الإمام فی الجملۃ صحیح ہوگی۔

ف ۴- جب مسئلہ واحدہ میں امام کے اقوال مختلف ہوں اور سبب اختلاف وجوہ اربعہ اخیرہ میں سے کوئی وجہ ہو تو ان اقوال مختلفہ کی نسبت إلی الإمام میں مندرجہ ذیل تفصیل ہوگی۔

(الف) جس قول سے امام نے رجوع کر لیا ہے اسے امام کی طرف روایۃً أی لاقولا ولا مذهبا منسوب کیا جائے گا، یعنی یوں کہا جائے گا کہ هذه رواية عن أبي حنيفة، اور ساتھ ہی یہ صراحت بھی ضروری ہوگی کہ یہ مرجوع عنہ ہے۔

(ب) ان اقوال مختلفہ میں سے جس قول کے ساتھ امامؒ سے کوئی ایسا کلام یا فعل منقول ہو جس سے اس قول کی ترجیح عند الإمام پر دلالت ہوتی ہو اور دوسرے قول سے رجوع پر دلالت نہ ہو، مثلاً امام فرمائیں کہ "هذا أشبه" یا فرمائیں تو کچھ نہیں، لیکن اس قول پر دوسری جزئیات کو متفرع فرمادیں تو یوں سمجھا جائے گا کہ یہ قول امام کے نزدیک راجح ہے اگرچہ دوسرا قول بھی مرجوع عنہ نہیں ہے، البتہ دوسرے قول کو امام کی طرف بطور روایت کے منسوب کیا جائے گا بطور قول کے نہیں، یعنی کہا جائے گا هذه رواية عن أبي حنيفة، اور جو قول ان کے نزدیک راجح ہے اس کو هذا قوله یا هذا مذهبه سے تعبیر کیا جائے گا۔

(ج) جس مسئلہ میں امام کے اقوال مختلفہ میں سے کسی سے نہ امام کی رجوع ثابت ہو نہ ترجیح، تو ان دونوں اقوال کو امام کی طرف بطور قول کے ہی منسوب کیا جائے گا۔

حاصل یہ ہوا کہ امام سے ایک ہی مسئلہ میں ایک سے زیادہ اقوال منقول ہو

سکتے ہیں، جس قول کی طرف امام نے رجوع کر لیا ہو یا جس کو ترجیح دی ہو تو اس کو امام کا قول یا مذہب کہا جاتا ہے، اور جس سے رجوع کیا یا جس پر ترجیح دی اس کو "روایة عن أبی حنیفةؒ" کہا جاتا ہے، اور اگر کسی قول سے رجوع نہ کیا ہو اور کسی پر ترجیح نہ دی ہو تو دونوں اقوال کو امام کی طرف بطور قول اور مذہب کے منسوب کیا جائے گا۔

ف۵- امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب کبار مثلاً امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام حسن بن زیادؒ ان سب نے قسمیں کھا کر صراحت کی ہے کہ جس مسئلے میں ہم نے امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے ان سب مسائل میں ہمارا قول بھی امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے، یعنی ہم نے کوئی ایسا قول کسی مسئلہ میں اختیار نہیں کیا جو امام ابو حنیفہؒ سے منقول نہ ہو (انتہی)، اس سے ثابت ہوا کہ اصحاب الترجیح اگر امام ابو حنیفہؒ کی بجائے ان کے کسی شاگرد کا قول راجح قرار دیں اور ہم اس پر عمل کریں یا فتوی دیں یا فیصلہ کریں تو ایسا کرنے سے ہم مذہب حنفی سے خارج نہیں ہوں گے، کیونکہ وہ بھی فی الجملہ منقول عن ابی حنیفہؒ ہے، اور اس کی نسبت إلی أبی حنیفہؒ بالکلیہ ختم نہیں ہوئی۔

ف۶- امام ابو حنیفہؒ کا فرمان ہے کہ "إذا صحّ الحديث فهو مذهبی"، بلکہ امام شعرانیؒ نے یہ قول امام مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ سے بھی نقل کیا ہے، پس اگر کسی حدیث صحیح کا بناء پر اصحاب الترجیح امام کے قول کے برخلاف فتوی دیں یا عمل کریں یا فیصلہ کریں تو یہ فیصلہ بھی درحقیقت مذہب حنفی کے مطابق ہوگا، لیکن علامہ شامیؒ نے اس اصول کو دو شرطوں کے ساتھ مشروط کیا ہے، ایک یہ کہ ایسا کرنے والا اہلیت اجتہاد رکھتا ہو یعنی کم از کم اصحاب ترجیح میں سے ہو، اور دوسرے یہ کہ یہ قول جو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے برخلاف اختیار کیا گیا ہے یہ مذہب حنفی

کے کسی نہ کسی قول کے موافق ضرور ہو، اگر مذہب حنفی کے بالکلیہ خلاف ہو یعنی اصحاب مذہب سے بالکل منقول نہ ہو تو ایسے قول کو اختیار نہیں کیا جائے گا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ اس کو اختیار کرنے والے سے ضرور اجتہادی غلطی ہوئی ہے، اگرچہ اس کو اختیار کرنے والا اہلیت اجتہاد رکھتا ہو، مثلاً مجتہدین فی المسائل یا اصحاب ترجیح میں سے ہو، پس اگر ایسے قول پر عمل یا فیصلہ کیا جائے تو وہ خروج عن المذہب ہو گا، اور جو قاضی حاکم مسلمین کی طرف سے مذہب حنفی کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند کیا گیا ہو وہ اگر اس قول پر فیصلہ کرے گا تو وہ شرعاً نافذ نہ ہو گا۔

ف ۷- اگر ضرورت یا عرف حادث کی بناء پر مجتہدین فی المسائل یا ان سے نیچے کے مجتہدین نے کوئی ایسا قول اختیار کیا جو اصحاب مذہب کے متفقہ قول سے مختلف ہے تو اس کو خروج عن المذہب الحنفی نہیں کہا جائے گا، کیونکہ ضرورت یا عرف حادث پر عمل کرنا خود امام ابو حنیفہؒ کے اصول میں سے ہے، وہ اگر زندہ ہوتے تو وہ بھی اسی قول کو اختیار کرتے جو متأخرین نے اختیار کیا ہے۔

خلاصہ بحث: خلاصہ یہ ہے کہ

(الف) جو قول امام اعظمؒ یا ان کے اصحاب اربعہ میں سے کسی سے منقول ہو

یا

(ب) حدیث صحیح کی بناء پر ان دو شرطوں کے ساتھ اختیار کیا گیا ہو جو اوپر (ف ۶ ص ۳۱ پر) بیان ہوئی ہیں یا

(ج) ضرورت کی بناء پر یا

(د) عرف حادث کی بناء پر اختیار کیا گیا ہو تو وہ قول بھی درحقیقت مذہب

حنفی میں داخل ہے، اور اس پر عمل کرنے سے آدمی تقلید ابی حنیفہؒ سے خارج نہیں ہوتا، اور قاضی اس کے مطابق اگر فیصلہ کرے تو نافذ ہوگا، ان صورتوں کے علاوہ اگر کوئی قول امام ابو حنیفہؒ کے برخلاف اختیار کیا جائے گا تو یہ خروج عن المذہب ہوگا، اور جو قاضی حاکم کی طرف سے مذہب حنفی پر فیصلہ کرنے کا پابند کیا گیا ہو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، اگرچہ یہ قاضی اصحاب ترجیح میں سے ہو۔

تنبیہ: جو قول یا روایت امام ابو حنیفہؒ سے صراحۃً منقول نہ ہو، مثلاً حدیث صحیح یا ضرورت یا عرف حادث کی بناء پر اختیار کیا گیا ہو وہ اگرچہ مذہب حنفی میں داخل ہے، لیکن جب اسے نقل کیا جائے تو یوں نہیں کہا جائے گا کہ "قال أبو حنیفةؒ كذا" بلکہ یوں کہا جائے گا کہ "مقتضى مذهب أبي حنيفةؒ كذا" یا کہا جائے گا کہ "على قياس قوله بكذا يكون كذا"۔

☆☆☆

شعر نمبر ۲۶ تا نمبر ۲۹

۲۶ – وحيث لم يوجد له اختيار فقول يعقوب هو المختار

۲۷ – ثم محمد فقوله الحسن ثم زفر وابن زياد الحسن

۲۸ – وقيل بالتخيير في فتواه إن خالف الإمام صاحباه

۲۹ – وقيل من دليله أقوى رجح وذا لمفت ذي اجتهاد الأصح

قاعدہ ۸

جس قول پر ائمہ حنفیہ یعنی امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کبار متفق ہوں اس کے خلاف فتوی دینا یا عمل کرنا یا قضاء کرنا مجتہد فی المذہب اور اہل ترجیح کو بھی جائز نہیں، إلا عند الضرورة وعند العرف الحادث كما في الاستيجار على تعليم القرآن ونحوه .

قاعدہ ۹

جس مسئلہ میں ہمارے ائمہ مذکورین مختلف ہوں تو ان میں سے جس کے قول کو اہل الترجیح راجح قرار دیدیں عمل، فتوی اور قضاء اسی پر واجب ہے، اگر چہ وہ قولِ زفرؒ ہو، اور قول امام کے صریح خلاف ہو۔

لیکن اگر اہل الترجیح نے ان اقوال مختلفہ میں مین سے کسی کو ترجیح نہ دی ہو اور ہمیں اس مسئلہ میں افتاء یا قضاء کرنے پڑے تو اس صورت میں درج ذیل تفصیل ہو گی۔

(الف) اگر اس مسئلے میں امام اعظمؒ کا قول موجود ہے تو اسی کو اختیار کیا جائے گا، اگرچہ اس کے خلاف قول پر ان کے سب شاگرد متفق ہوں۔

(ب) اگر قولِ امام موجود نہ ہو تو قولِ ابی یوسفؒ کو اختیار کیا جائے گا۔

(ج) قولِ ابی یوسفؒ بھی موجود نہ ہو تو قول محمدؒ پر عمل ہوگا۔

(د) امام محمدؒ کا قول بھی موجود نہ ہو تو حضرت زفرؒ اور حسن بن زیادؒ کا قول معتبر ہوگا، (یہ دونوں حضرات مساوی درجہ میں ہیں)۔

ف ا- مذکورہ بالا تفصیل مذہب راجح کی بنیاد پر ہے، ورنہ بعض حضرات نے بھی یہی کہا ہے کہ اگر امامِ اعظمؒ کے قول کے برخلاف صاحبین متفق ہو جائیں تو عامی، مفتی اور قاضی کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جس کے قول کو چاہے اختیار کرلے۔

☆☆☆

شعر نمبر ۳۰ تا نمبر ۳۳

۳۰- فالآن لاترجیح بالدلیل فلیس إلا القول بالتفصیل

۳۱- ما لم یکن خلافه المصححا فنأخذ الذی لهم قد وضحا

۳۲- فإننا نراهموا قد رجّحوا مقال بعض صحبه وصحّحوا

۳۳- من ذاك ما قد رجحوا لزفر مقاله فی سبعة وعشر

ف ۱- امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ، امام ابو یوسف اور زفر وغیرہما کا ایک قول منقول ہے کہ "لا یحل لأحد أن یفتی بقولنا ما لم یعلم من أین قلنا" اس کی تفسیر میں فقہا کا اختلاف ہے، علامہ شامیؒ نے جو تفسیر اختیار کی ہے وہ یہ ہے کہ اس قول کا تعلق اس مفتی مجتہد سے ہے جو طبقہ ثالثہ، رابعہ یا خامسہ میں سے ہو، اور مطلب یہ ہے کہ جو مفتی ایسا ہو وہ کسی مسئلے میں ہمارے قول کا مأخذ اور دلیل کماحقہ سمجھ کر اس کی پوری تحقیق نہ کر لے اس وقت تک اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسئلے پر دوسری جزئیات غیر منصوصہ کو متفرع کرے یا ان کا استنباط یا تخریج کرے۔

ف ۲- علامہ شامیؒ نے فقہاء کی عبارات سے ثابت کیا ہے کہ محقق ابن ہمامؒ اور ان کے شاگرد علامہ قاسم بن قطلوبغا بھی اصحاب الترجیح میں سے ہیں، اور صاحب البحر علامہ ابن نجیمؒ اصحاب الترجیح میں سے نہیں بلکہ مقلد محض ہیں۔

ف ۳- تقلید کی تعریف یہ ہے کہ "هو الأخذ بقول الغیر بغیر معرفة

دلیلہ"، اور معرفتِ دلیل سے مراد یہ ہے کہ جو قول اس فقیہ (مجتہد) کا منقول ہے اس کی دلیل کو سمجھے اور یہ تحقیق کرلے کہ اس دلیل کے معارض کوئی دلیل اس دلیل کے مساوی درجہ میں موجود نہیں ہے، اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب اس مسئلے سے متعلق تمام ادلہ شرعیہ کا استقراء اور احاطہ اس نے کرلیا ہو۔

ف ۴- مفتی در حقیقت فقیہ مجتہد کو کہا جاتا ہے، یعنی مجتہدین فی الشرع سے لے کر اصحاب الترجیح تک جو فقہاء ہیں در حقیقت مفتی وہی حضرات ہیں، جو مفتی اہلیت الترجیح بھی نہ رکھتا ہو وہ در حقیقت مفتی نہیں بلکہ ناقل فتوی ہے۔

☆☆☆

شعر نمبر ۳۴ تا نمبر ۳۹

۳۴- ثم إذا لم توجد الروايــة　　عن علمائنا ذوی الـدرايـة

۳۵- واختلف الذين قـد تأخـروا　　يـرجّح الذى عليـه الأكثـر

۳٦- مثل الطحاوی وأبی حفص الكبير　　وأبوی جعفـر والليث الشهير

۳۷- وحيث لم توجـد لهـؤلاء　　مقالـةً واحتيـج للإفتـاء

۳۸- فلينظر المفتی بجد واجتـهاد　　وليخش بطش ربه يوم المعـاد

۳۹- فليس يجسر على الأحـكام　　سـوی شقی خامـر المـرام

قاعدہ ۱۰

اگر اصحاب مذہب یعنی امام اعظمؒ اور ان کے تلامذہ کبار سے کوئی روایت منقول نہ ہو یعنی کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس میں ان حضرات سے کوئی روایت منقول نہیں تو مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق عمل ہوگا۔

(الف) اگر مجتہدین فی المسائل سے اس مسئلہ میں کوئی قول منقول ہو اور اس قول پر وہ متفق ہوں تو اسے اختیار کیا جائے گا۔

(ب) اور اگر ان حضرات میں اختلاف ہو تو اس قول کو لیا جائے گا جسے ان میں سے اکثر حضرات نے اختیار کیا ہو۔

(ج) اور اگر ان حضرات سے بھی اس مسئلہ میں کوئی قول منقول نہ ہو تو جس مفتی یا قاضی کو ایسا مسئلہ پیش آجائے وہ مجتہد فی المسائل یا اصحاب التخریج میں

سے ہو یا اصحاب الترجیح میں سے ہو تو پوری کوشش اور احتیاط کے ساتھ اجتہاد کر کے اس مسئلہ کا حکم طے کرے گا، اور اگر وہ مجتہدین کے کسی بھی طبقہ سے تعلق نہیں رکھتا یعنی مقلد محض ہے تو اسے اجتہاد کرنا جائز نہیں، بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ ایسے مسئلے میں فتوی دینے سے باز رہے، اور لا أدری کہدے۔

(د) مقلد محض کو اس مسئلہ میں جب تک صریح جزئیہ ایسا نہ ملے جو مجتہدین سے منقول ہو اسے فتوی دینا جائز نہیں، نیز اس مسئلہ کی نظیر کی بنیاد پر بھی فتوی دینا جائز نہیں، کیونکہ نظیرین کے درمیان بھی بسا اوقات دقیق فرق ہوتا ہے جس سے مسئلہ بدل جاتا ہے۔ اسی طرح قواعد فقہیہ کی بناء پر فتوی دینا جائز نہیں، کیونکہ قواعد فقہیہ بسا اوقات کلیہ نہیں ہوتے بلکہ اکثریہ ہوتے ہیں۔

☆☆☆

شعر نمبر ۴۰ تا نمبر ۵۲

٤٠ – وههنا ضوابط محررة		غدت لدى أهل النهى مقررة
٤١ – فى كل أبواب العبادات رجح		قول الإمام مطلقا ما لم تصح
٤٢ – عنه رواية بها الغير أخذ		مثل تيمم لمن تمرًا نبذ
٤٣ – وكل فرع بالقضاء تعلقا		قول أبى يوسف فيه ينتقى
٤٤ – وفى مسائل ذوى الأرحام قد		أفتوا بما يقوله محمد
٤٥ – ورجّحوا استحسانهم على القياس		إلا مسائل وما فيها التباس
٤٦ – وظاهر المروى ليس يعدل		عنه إلى خلافه إذ ينقل
٤٧ – لاينبغى العدول عن درايه		إذ أتى بوفقها روايه
٤٨ – وكل قول جاء ينفى الكفرا		عن مسلم ولو ضعيفا أحرى
٤٩ – وكل ما رجع عنه المجتهد		صار كمنسوخ فغيره اعتمد
٥٠ – وكل قول فى المتون أثبتا		فذاك ترجيح له ضمناً أتى
٥١ – فرجحت على الشروح والشروح		على الفتاوى القِدم من ذات رجوع
٥٢ – ما لم يكن سواه لفظا صححا		فالأرجح الذى به قد صرّحا

اگر کسی مسئلہ مختلف فیہا میں اصحاب الترجیح کی ترجیح نہ پائی جائے تو مندرجہ ذیل قواعد پر عمل ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۱۱

عبادات کے متعلق تمام مسائل میں قول امام اعظمؒ کو ترجیح ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۲

قضاء سے متعلق تمام مسائل میں قول ابی یوسفؒ کو ترجیح ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۳

ذوی الارحام کے تمام مسائل میں قول محمدؒ کو ترجیح ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۴

استحسان کو قیاس پر ترجیح حاصل ہے۔ البتہ بائیس جزئیات اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں، جیسا کہ کتاب شرح العقود ص ۲۹ پر بحوالہ شرح منار منقول ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۵

ظاہر الروایۃ کو اس کے برخلاف مسائل کو ترجیح ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۶

امامؒ سے جس مسئلہ میں روایات مختلف ہوں تو جو روایت دلیل کے اعتبار سے اقوی ہوگی اسے ترجیح ہوگی۔

قاعدہ نمبر ۱۷

کسی مسلمان کی تکفیر کے معاملہ میں اس قول کو ترجیح ہوگی جو عدم کفر کو مفید ہو اگرچہ وہ قول ضعیف ہو۔

قاعدہ نمبر ۱۸

جس قول سے مجتہد نے رجوع کر لیا ہو وہ اس مجتہد کا قول نہیں رہا، اسے

اختیار نہیں کیا جائے گا۔

قاعدہ نمبر ۱۹

جو قول متون معتبرہ میں مذکور ہو تو یہ مذکور ہونا ہی اس قول کو مرجح ہونے پر دلالت کرتا ہے، پس اگر اس کے خلاف قول کو اصحاب الترجیح نے صراحۃً راجح قرار نہ دیا ہو تو فتوی قول متن پر ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۲۰

متون، شروح پر ترجیح رکھتے ہیں، اور شروح فتاوی پر۔

ف: المتون سے مراد المتون المعتبرہ ہیں، کالبداية (لصاحب الهداية)، ومختصر القدوری، والمختار، والنقاية (لصاحب شرح الوقاية)، والوقاية والكنز والملتقى (ملتقى الأبحر، یہ کتاب قدوری، مختار، وقایہ اور کنز کو جامع ہے، اور کچھ مسائل ہدایہ بھی اس میں آگئے ہیں، اور اصحاب الترجیح کی ترجیحات بھی نقل کرتے ہیں)۔

☆☆☆

شعر نمبر ۵۳ تا نمبر ٦٠

٥٣- وسابق الأقوال فی الخانية		وملتقى الأبحر ذو مزية

٥٤- وفی سواهما اعتمد ما أخّروا		دليله لأنه المحرّر

٥٥- كما هو العادة فی الهداية		ونحوها لراجح الدراية

٥٦- كذا إذا ما واحدا قد علّلوا		له وتعليل سواه أهملوا

٥٧- وحيثما وجدت قولين وقد		صحح واحد فذاك المعتمد

٥٨- بنحو ذی الفتوى عليه الأشبه		والأظهر المختار ذا والأوجه

٥٩- أو الصحيح والأصح آكد		منه وقيل عكسه المؤكد

٦٠- كذا به يفتى عليه الفتوى		وذان من جميع تلك الأقوى

ف:-ترجیح کی دو صورتیں:

کسی مسئلہ میں اقوال مختلفہ کے درمیان اہل ترجیح جب کسی قول کو ترجیح دیتے ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱-ترجیح التزامی

۲-ترجیح صریح

ترجیح التزامی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱-خانیة (یعنی فتاوی قاضی خان) اور ملتقی الأبحر میں ترجیح کے لئے یہ التزام کیا گیا ہے کہ جو قول مصنف کے نزدیک راجح ہوتا ہے اسے سب سے پہلے ذکر کرتے ہیں۔

۲-ان دو کتابوں کے علاوہ باقی ان سب کتابوں میں جن میں اقوال مختلفہ مع الدلائل ذکر کئے جاتے ہیں کالہدایۃ ونحوہا، یہ التزام کیا گیا ہے کہ جو قول مصنف کے نزدیک راجح ہوتا ہے اس کی دلیل سب سے اخر میں ذکر کرتے ہیں۔

۳-اقوال مختلفہ میں سے اگر صرف کسی ایک قول کی دلیل ذکر کی جائے باقی اقوال کی دلیل ذکر نہ ہو تو یہ بھی اس قول کی ترجیح کی علامت ہے۔

۴-اگر اقوال مختلفہ میں سے کسی ایک قول کے خلاف جو دلائل ہیں ان سب کا جواب دیدیا جائے اور اس قول کے دلائل کا جواب نہ دیا جائے تو یہ بھی اس قول کی ترجیح کی علامت ہے۔

۵-اقوال مختلفہ میں سے اگر ایک قول متون معتبرہ میں مذکور ہو اور دوسرے اقوال ان میں مذکور نہ ہوں تو یہ بھی اس قول کے راجح ہونے کی علامت ہے۔

اور ترجیح صریح یہ ہے کہ قول راجح کی ترجیح کی صراحت الفاظ میں کردی جائے، اس کے لئے جو الفاظ فقہاء کرام استعمال کرتے ہیں وہ بہت سے ہیں، اور ان میں سے بعض الفاظ بعض کے مقابلے میں اقوی ہیں، ہم وہ الفاظ مراتب قوت کی ترتیب سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(الف)علیه عمل الأمة (۱).

(ب)علیه الفتوی، وبه یفتی، اوران کے ہم معنی الفاظ جیسے وبه أفتی المشائخ،اور وبه نأخذ وغیرہ۔

---

(۱) یہ قوی ترین لفظ ترجیح ہے کہ تصحیح وترجیح کے ساتھ ساتھ مشیر الی الاجماع بھی ہے، اور تواتر کا ترشح بھی اس سے ہوتا ہے۔ عبدالبر۔

(ج) الفتوى عليه.

(د) الأصح، الصحيح.

اگر الاصح اور الصحیح میں تعارض ہو جائے، یعنی ایک قول کو اصح اور دوسرے قول کو صحیح کہا گیا ہو تو ان میں سے کونسا اقوی ہوگا؟ اس میں تفصیل ہے کہ اگر الاصح اور الصحیح دونوں کا قائل ایک امام ہے تب تو بالاتفاق الاصح اقوی ہوگا، اور اگر الاصح کا قائل ایک امام اور الصحیح کا قائل دوسرا امام ہو تو اس صورت میں اختلاف ہے، بعض نے الأصح کو أقوی کہا ہے اور بعض نے الصحیح کو، اس اختلاف کی دلیل اور تفصیل کتاب میں دیکھ لی جائے۔

(ہ) اس نمبر کے ذیل میں باقی وہ تمام الفاظ آجاتے ہیں جو اس کتاب میں مذکور ہیں، لیکن ان الفاظ میں بھی جو صیغہ أفعل التفضیل کا ہوگا جیسے الأشبه، الأظهر اور الأوجه ونحوها، اور اس کے مقابلہ میں وہی لفظ بغیر صیغہ اسم تفضیل کے ہو تو اس میں وہی تفصیل ہوگی جو الأصح اور الصحیح میں ہے۔

قاعدہ نمبر ۲۱

جب ترجیح التزامی اور ترجیح صریح میں تعارض ہو جائے تو اعتبار ترجیح صریح کا ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۲۲

(الف) اور اگر ترجیح صریح میں تعارض ہو جائے، مثلاً ایک صاحب ترجیح ایک قول کو اور دوسرا صاحب ترجیح اس کے مخالف قول کو ترجیح دے اور الفاظِ ترجیح

بھی ایک ہی درجہ کے ہوں اور یہ دونوں اصحاب ترجیح بھی ایک ہی مرتبہ کے ہوں تو اس تفصیل پر عمل کیا جائے گا جو اگلے اشعار اور ان کے ذیل میں تشریحی یاد داشتوں میں بیان ہو گی۔

(ب) اگر الفاظِ ترجیح ایک میں دوسرے کے مقابلہ میں اقوی ہوں، یا صاحب ترجیح کسی ایک قول کا دوسرے قول کے صاحب ترجیح کی بنسبت اَعلم اور اَفقہ ہو تو اقوی اور افقہ کے قول کو اختیار کیا جائے گا۔

☆☆☆

شعر نمبر ۶۱ تا نمبر ۶۷

٦١– وإن تجد تصحيح قولين ورد	فاختر لما شئت فكل معتمد
٦٢– إلا إذا كانا صحيحا وأصح	أو قيل ذا يفتى به فقد رجح
٦٣– أو كان في المتون أو قول الإمام	أو ظاهر المروى أو جل العظام
٦٤– قال به أو كان الاستحسانا	أو زاد للأوقاف نفعا بانا
٦٥– أو كان ذا أوفق للزمان	أو كان ذا أوضح في البرهان
٦٦– هذا إذا تعارض التصحيح	أو لم يكن أصلا به تصريح
٦٧– فنأخذ الذى له مرجح	مما علمته فهذا الأوضح

قاعدہ نمبر ۲۳

ف:-مترجمہ وملخّصہ:

علامہ شامیؒ نے ان اشعار اور ان کی شرح میں تصحیح کے تعارض کو دور کرنے والی مرجحات کو منضبط کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دو اقوال کی تصحیح میں تعارض ہو تو اور

(الف) ایک میں تصحیح دوسرے کی نسبت قوت میں زیادہ ہو تو اس پر عمل کرنا اولی ہوگا، اور اگر

(ب) دونوں اقوال میں سے کسی کے ساتھ تصحیح کی صراحت نہ کی گئی ہو(۱)

---

(۱) یا تصحیح تو کی گئی ہو لیکن دونوں کی تصحیح مساوی ہو۔

توس صورت میں مندرجہ ذیل ترجیحات (مرجحات) میں سے اگر کوئی ایک مرجح کسی ایک قول میں پایا جائے تو فتوی اور عمل کے لئے وہی قول متعین ہوگا، وہ مرجحات یہ ہیں۔

۱۔اگر ایک قول کی تصحیح لفظ "صحیح" کے ساتھ ،اور دوسرے قول کی تصحیح لفظ "اصح" کے ساتھ کی گئی ہو تواس صورت میں ترجیح کے سلسلہ میں جو تفصیل ہے وہ (اس کاپی کے) صفحہ ۴۴ پر گذر گئی ہے،اس کا خلاصہ بقول علامہ شامیؒ یہ ہے کہ "إن المشهور ترجيح الأصح على الصحيح".

اگر ایک قول کی تصحیح لفظ "فتوی" سے کی گئی ہو اور دوسرے قول کی تصحیح لفظ فتوی کے بغیر کسی دوسرے لفظ تصحیح سے کی گئی ہو تواس قول کو ترجیح دی جائے گی جس کی تصحیح لفظِ فتوی سے کی گئی ہو۔

۳۔ تصحیح کئے گئے دو اقوال میں سے اگر ایک قول متون میں مذکور ہو اور دوسرا غیر متون میں، تو مذکور فی المتون قول کو ترجیح دی جائے گی،اس لئے کہ عدم تصحیح کی صورت میں، مطلق اقوال میں سے ایک کو ترجیح دینے کا یہ اصول اگر مسلم ہے کہ مذکور فی المتون کو دوسرے پر ترجیح حاصل ہوگی، تو تصحیح میں تعارض قولین کی صورت میں بھی یہی اصول ہوگا۔

۴۔راجح قرار دئے ہوئے دو اقوال میں سے ایک قول اگر امام اعظمؒ کا ہو اور دوسرا ان کے کسی شاگرد کا ہو تو قول امام کو ترجیح دیجائے گی،اس لئے کہ اگر ایسے دونوں اقوال میں سے کسی ایک کو اصحاب الترجیح نے ترجیح نہ دی ہو تواس صورت میں قول امام اعظمؒ ہی راجح ہوگا، پس اگر ایسے دونوں اقوال کو اہل الترجیح نے راجح

قرار دیا ہو اور ترجیح میں تعارض ہو تو اس صورت میں بھی قول امام کو ترجیح دی جائے گی۔

۵- متعارض فی التصحیح دو اقوال میں سے اگر ایک ظاہر الروایہ میں مذکور ہو اور دوسرا غیر ظاہر الروایت میں، تو کتب ظاہر الروایت میں مذکور قول کو راجح قرار دیا جائے گا(۱)۔

۶- صحیح قرار دئے ہوئے دو اقوال میں سے ایک قول کو اگر مشائخ کی اکثریت نے اختیار کیا ہو اور دوسرے کو اقلیت نے، تو اکثریت کا اختیار کردہ قول راجح قرار دیا جائے گا(۲)۔

۷- دو صحیح اقوال میں سے اگر ایک مبنی بر استحسان ہو اور دوسرا نتیجہ قیاس، تو استحسان پر مبنی قول کو ترجیح دی جائے گی(۳)۔

۸- اگر متعارض فی التصحیح دو قولوں میں سے ایک وقف کے لئے بہ نسبت دوسرے کے زیادہ نفع مند ہو تو اسے راجح قرار دیا جائے گا(۴)۔

۹- ایسے ہی دو اقوال میں سے ایک اگر اہل زمانہ کے لئے زیادہ مناسب، آسان ان کے حال کے موافق تر ہو تو اسی کو ترجیح دی جائے گی--- ظاہر عدالت

---

(۱) إذا اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية، والرجوع إليه، (قاله في البحر).

(۲) متى اختلف في المسئلة فالعبرة بما قاله الأكثر، (قاله في شرح البيرى على الأشباه) (شعر رقم ۳۵ ص ۳۸ من ہذہ الکراسۃ۔

(۳) ان چند مسائل کے استثناء کی قید کے ساتھ جو شعر ۴۵ میں کی گئی ہے۔(حاشیہ ص ۸ من هذه الكراسة).

(٤) "ويفتى بما هو أنفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه،، (صرّحوا به في الحاوى القدسی).

پر فیصلہ نہ کرنے اور تزکیۃ الشہود کے سلسلہ میں صاحبین کے قول پر اسی وجہ سے فتوی دیا گیا کہ امام صاحب اور صاحبین کے اہل زمانہ میں بڑا فرق تھا کہ امام صاحب کا زمانہ مشہور دلہ بالخیر تھا--- اسی طرح تعلیم قرآن پر اجرت کے جواز کے سلسلہ میں ائمہ ثلاث کے قول سے عدول کی بھی یہی وجہ ہے۔

۱۰-دو اقوال مصحّحہ میں سے ایک اگر دلیل کے اعتبار سے اقوی ہو تو وہی راجح ہو گا، اس صورت میں ترجیح وہی مفتی دے سکے گا جو دلائل میں نظر کرنے کی اہلیت رکھتا ہو(۱)۔

☆☆☆

(۱) یا اس دور کا کوئی عالم، بشرطیکہ وہ دیانۃً ایک قول کی دلیل کو قوی تر سمجھتا ہو۔ (هذا ما أفاده الأستاذ).

شعر نمبر ۶۸

۶۸- واعمل بمفهوم روایات أتی   ما لم یخالف لصریح ثبتا

ف ا- کسی مسکوت عنہ مسئلہ منطوقہ کی نقیض کے حکم کو ثابت کرنے کا نام مفہوم مخالف ہے۔

ف ۲- علامہ شامیؒ نے مفہوم مخالف کی پانچ اقسام ذکر فرمائی ہیں۔ مفہوم صفت، مفہوم شرط، مفہوم غایت، مفہوم عدد، مفہوم لقب۔

ا- مفہوم صفت یہ ہے کہ کوئی حکم کسی صفت پر لگایا جائے تو جہاں وہ صفت ہو گی تو حکم بھی ہو گا، اور جہاں وہ صفت نہ ہو گی تو حکم بھی نہ ہو گا۔

۲- مفہوم شرط یہ ہے کہ کسی حکم کو شرط کے ساتھ معلق کر دیا جائے، جب شرط منتفی ہو گی تو حکم بھی منتفی ہو گا۔

۳- مفہوم غایت یہ ہے کہ کسی حکم کی کوئی حد مقرر کر دی جائے کہ اس حد پر حکم خود بخود منتہی ہو جائے۔

۴- مفہوم عدد یہ ہے کہ کسی حکم کے لئے کوئی عدد مقرر کر دیا جائے کہ اس عدد کے علاوہ کے اعداد کو حکم شامل نہ ہو گا۔

۵- مفہوم لقب یہ ہے کہ حکم کو کسی اسم جامد کے ساتھ معلق کر دیا جائے۔

ان پانچوں اقسام کی مثالیں علامہ شامیؒ نے شرح عقود کے صفحہ ۳۵ پر ذکر کر دی ہیں، وہیں ملاحظہ کر لی جائیں۔

قاعدہ نمبر ۲۴

حنفیہ کے ظاہر المذہب میں مفہوم مخالف حجت نہیں، نہ کلام شارع میں اور نہ ہی کلام الناس میں، اور امام محمدؒ کے نزدیک کلام شارع میں بھی حجت ہے اور کلام الناس میں بھی -- لیکن متاخرین مشائخ حنفیہؒ نے اس مسئلہ میں یہ تفصیل کی ہے کہ مفہوم مخالف کلام شارع، یعنی قرآن و سنت میں تو حجت نہیں، البتہ کلام الناس میں حجت ہے۔

توضیح :- کلام الناس میں ایسے اقوال صحابہؓ بھی داخل ہیں جو مدرک بالاجتہاد ہوں، اور ان کے جو اقوال غیر مدرک بالاجتہاد ہوں وہ کلام الناس میں داخل نہیں، بلکہ کلام شارع (سنت) میں داخل ہیں، کیونکہ وہ بحکم مرفوع ہوتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۲۵

کلام الناس کا مفہوم مخالف اگر ان کے کسی کلام صریح کے معارض ہو تو اعتبار کلام صریح کا ہوگا، مفہوم مخالف کا نہیں(۱)۔

---

(۱) مفہوم موافق، قیاس اور دلالۃ النص:

کسی منطوق (مسئلہ) کا حکم جب علتِ واضحہ جلیہ کی وساطت سے مسکوت عنہ کے لئے ثابت کیا جائے تو ایسا کرنا مفہوم موافق کہلاتا ہے، جو حجۃ ہے، اور بالاتفاق قابل اعتبار ہے، اسی کا دوسرا نام دلالۃ النص ہے۔ دلالۃ النص یعنی مفہوم موافق میں --- منطوق اور مسکوت عنہ کے --- درمیان والا واسطہ (علت) اتنا واضح ہوتا ہے کہ محض لغت کے فہم سے وہ واسطہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دلالۃ النص قطعی ہے، جبکہ قیاس میں کسی مسکوت عنہ مسئلہ کے لئے منطوق (مسئلہ) کا حکم ثابت کیا جاتا ہے، لیکن ایسی علت کے واسطہ سے جو مدرک بالقیاس ہوتی ہے، بلکہ قیاس دراصل نام ہے ایسی علت کے تعین کا جس کا ادراک اجتہاد اور رائے پر موقوف ہوتا ہے، تاکہ منطوق کے حکم کو مسکوت میں اس علت کے واسطہ سے ثابت کیا جائے۔ اسی وجہ سے قیاس ظنی ہوتا ہے۔ (هذا ما أفادنا الأستاذ المفتی محمد رفیع مد ظله)، عبد البر.

شعر نمبر ٦٩

٦٩- والعرف فی الشرع له اعتبار　　لذا علیه الحکم قد یدار

ف ا- عرف وہ عادت ہے جو عقل کی رو سے دلوں میں جم جائے اور اس کو سلیم فطرتیں قبول کرلیں، اور عادت وہ بات جو کسی عقلی ربط کے بغیر بار بار پیش آئے۔

ف ٢- عرف کی دو قسمیں ہیں، عرف خاص اور عرف عام۔

عرف عام وہ ہے جو تمام بلدان میں جاری ہو، اور عرف خاص وہ ہے جو کسی خاص شہر یا خاص علاقے میں رائج ہو۔

قاعدہ نمبر ٢٦

(الف) عرف عام سے حدیث اور قیاس کی تخصیص جائز ہے، لیکن عرف عام کی وجہ سے نص کا بالکلیہ ترک کرنا جائز نہیں۔

قاعدہ ٢٧

(ب) عرف خاص حدیث یا قیاس کے لئے مخصص نہیں ہو سکتا، البتہ کسی قیاس یا حدیث کی تخصیص کئے بغیر اس پر عمل ہو سکتا ہو تو کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ عرف خاص اس حد تک مؤثر اور حجت ہو سکتا ہے جبکہ اس سے کسی قیاس یا نص کی تخصیص لازم نہ آئے۔

(ف-١) استاذنا المکرّم مفتی محمد رفیع عثمانی مد ظلہ و شکر اللہ مساعیہ کا ارشاد ہے کہ "حدیث کے لئے صرف وہی "عرف عام" مخصص ہو سکتا ہے جو عہد رسالت سے جاری ہو، "عرف حادث" حدیث کے لئے مخصص نہیں ہو سکتا، علامہ شامیؒ نے اگرچہ یہ تفسیر اس مقام پر نہیں لکھی، لیکن ایسا یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے "نشر العرف" میں یہ تفصیل ذکر کی ہے۔ اور اگر انہوں نے ذکر نہیں بھی کی تب بھی یہ تفصیل ناگزیر ہے۔

(ف-٢) یہ قید خود علامہ شامیؒ نے اس کتاب میں ذکر کی ہے کہ عرف کا اعتبار صرف انہی مسائل میں ہوگا جو مبنی علی العرف ہوں،، اور جو مبنی علے العرف نہ ہوں ان میں عرف کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

☆☆☆

شعر نمبر ۷۰ تا نمبر ۷۴

۷۰- ولایجوز بالضعیف العمل　ولا به یجاب من جا یسأل

۷۱-إلا لعامل له ضرورة　أو من له معرفة مشهورة

۷۲- ولکنما القاضی به لایقضی　وإن قضی، فحکمه لایمضی

۷۳- لاسیما قضاتنا إذ قیدوا　براجح المذهب حین قلدّوا

۷٤- وتمّ ما نظمته فی سلك　والحمد لله ختام مسك

"العمل والقضاء بالضعیف عند الضروة"

تنبیہ :-خوب سمجھ لینا چاہئے کہ لفظِ ضرورت کا جو عام معنی اردو میں سمجھا جاتا ہے، عربی اور فقہی کتب میں اس کے معنے اتنے عام نہیں ہیں۔ عربی اور اصطلاح فقہ میں ضرورت سے مراد حالت اضطرار ہے، جبکہ اردو میں لفظِ ضرورت بمعنی حاجت (چاہے وہ کسی بھی درجہ تک ضروری ہو) بھی استعمال ہوتا ہے۔یہ معنی مسائل فقہیہ میں مراد نہیں(۱)۔

قاعدہ نمبر ۲۸

عالم مجتہد کو اپنے مذہب کے کسی قول ضعیف پر عمل کرنا اس وقت جائز ہے

(۱) گویا لفظ ضرورت اردو میں منقول ہو کر اس کی ایک خاص اصطلاح بن گیا جس سے مسائل فقہیہ یا منصوصہ میں آئے ہوئے لفظِ ضرورت کی توضیح باعث ہلاکت ہوگی، اکل میتہ کے لئے ضرورت کا جو مدار نص میں مراد ہے وہ "اردو" کی ضرورت سے قطعی مختلف ہے، اسی طرح شرب خمر للتداوی ضرورۃً.

جبکہ دلائل کی رو سے وہ قول ضعیف اس کے نزدیک راجح ہو، لیکن سائل کو قول ضعیف کا فتوی دینا جائز نہیں، کیونکہ سائل نے اس عالم مجتہد سے اس کا اپنا قول اور رائے نہیں پوچھی بلکہ اپنا فقہی مذہب (مثلاً فقہ حنفی) پوچھا ہے، لیکن اگر مفتی سائل کو تفصیل بتلا کر جواب دے کہ اس مسئلہ میں مذہب حنفی تو یہ ہے، لیکن دلائل کی رو سے میری رائے یہ ہے تو اس طرح بتانے میں کوئی حرج نہیں۔

قاعدہ نمبر ۲۹

ضرورت کے وقت قول ضعیف پر خود عمل کر لینا جائز ہے، لیکن ایسے قول پر قضائے قاضی جائز نہیں، اور مفتی اگر دیانتدارانہ طریقے سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ سائل واقعی مضطر ہے تو ایسے شخص کو انفرادی طور پر فتوی دیدینا جائز ہے، لیکن ایسے فتوے کا اعلانِ عام اس طرح نہ کیا جائے کہ غیر ضرورتمند بھی اس پر عمل کرنے لگے۔

تمت والحمد لله والمنة، وبنعمته تتم الصالحات

محمد عبدالبر
متعلم جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴
شعبہ تربیت قضاء اسلامی سنہ ۱۴۰۲ھ